

تصور تقویٰ اور معاشرتی تنظیم

○ ————— ضیاء الحقے. فیلو ادارہ تحقیقات اسلامی

قرآن بحیثیت ایک مکمل ضابطہ حیات کے، انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کو خواہ وہ معاشرتی ہوں، سیاسی ہوں یا معاشی، اپنے مخصوص اخلاقی نظام کے تحت رکھتا ہے۔ قرآن کا مقصد انسانی سیرت میں تقویٰ کی بے مثال صفت پیدا کرنا ہے جو اُس کی تمام تعلیمات کی غرض و غایت ہے۔ قرآن متقین کے لئے ہدایت ہے۔ چنانچہ قرآن کے آغاز میں ہی ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے

ذالك الكتاب لاريب فيه هدى للمتقين۔

اس کتاب میں کوئی شک نہیں راہ دکھاتی ہے پرہیزگاروں کو لے
اسلام ایک منفرد نظام حیات ہے جو صرف چند رسوم کی ادائیگی یا محض کسی فوق الفطرت
ہستی سے جذباتی لگاؤ کا نام نہیں بلکہ یہ عقیدہ توحید پر ایمان اور عمل صالح سے عبارت ہے۔
اور ظاہر ہے عمل صالح تمام انسانی زندگی پر محیط ہے۔ ستر آئی او امر و نواہی کا مقصد ہی تقویٰ
کی تکمیل کرنا ہے تاکہ افراد اس سے منتصف ہو کر اپنی تمام قوتوں اور صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر
ایک فلاحی معاشرے کی تشکیل کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يا ايها الناس اعبدوا ربكم الذي خلقكم والذين من قبلكم لعلكم تتقون۔

اے لوگو عبادت کرو اپنے پروردگار کی جس نے تمہیں اور اُن کو جو تم سے پہلے تھے، پیدا
کیا تاکہ تم بچو۔ اے

یہاں انسان سے کہا گیا ہے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے جو اس کا خالق ہے۔ اس
طرح اس میں تقویٰ پیدا ہو جائے گا۔ ایک دوسری آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اچھے اور بُرے میں

تمیز کرنے کا شعور انسان کی فطرت میں داخل کر دیا گیا ہے۔ اور اب وہ اسے کس طرح استعمال میں لاتا ہے، اس پر احتساب ہوگا۔

وفض و ما سواها فاله ما تجورها وتقواها۔ فتدأفح من ذكها وقد خاب من دسها۔

(تم ہے جان کی اور جس نے تندرست کیا اس کو پس جی میں ڈالی اس کے بدکاری اس کی اور پرہیزگاری اس کی تحقیق مراد کو پہنچا جس نے پاک کیا اس کو اور تحقیق نامراد ہوا جس نے گاڑ دیا اس کو) ۱

اپنے مخصوص انداز میں احکامات بیان کرتے ہوئے قرآن مریحاً کہتا ہے کہ یہ احکامات انسان میں تقویٰ کی خصلت پیدا کر دیں گے۔ مثلاً

۱۔ یا ایہا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبکم لعلکم تتقون۔

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو لکھا گیا اور تمہارے روزہ جیسا کہ لکھا گیا تھا اور پران کے جو پہلے تم سے تھے تاکہ تم پرہیزگاری اختیار کرو۔ ۲

۲۔ واعدلوا ہوا اقرب للتقوی

عدل کرو وہ بہت نزدیک ہے پرہیزگاروں کے ۳

۳۔ وآن تعفوا اقرب للتقوی۔

اور یہ کہ معاف کرو تم نزدیک تر ہے واسطے پرہیزگاری کے ۴

۴۔ ولکم فی الفضا ص حیوۃ یا اولی الالباب لعلکم تتقون۔

اور واسطے تمہارے قصاص میں زندگی ہے۔ اے عقل والو تاکہ تم بچو ۵

۵۔ فما استقاموا لکم فاستقیموا لہم۔ ان اللہ یحب المتقین

پس جب تک سیدھے رہیں واسطے تمہارے پس سیدھے رہو تم واسطے ان کے اللہ دوست

رکھتا ہے پرہیزگاروں کو ۶

۶۔ فاستموا لہم مدد ہم ائی مدد ہم ان اللہ یحب المتقین۔

پس پورا کرو طرف ان کی عہد ان کا ان کی مدت تک اللہ دوست رکھتا ہے پر ہیز گاروں کو ۹
ان آیات سے ظاہر ہے کہ قرآن اپنے احکامات میں تقویٰ کو بہت زیادہ اہمیت دیتا ہے اور یہ کہ
اس کا فقدان معاشرتی بے آہنگی، عدم توازن اور بے شمار خرابیوں کو جنم دیتا ہے۔ جو اخلاق، سیاسی
معیشت اور تہذیب کو ہلاکت کی طرف لے جاتے ہیں۔

أَفَمَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ تَقْوَىٰ مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٍ مِّنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ
شَفَا جَارٍ هَٰذَا فَسَانْهَادِ بِهِ فِي سَارِ جَهَنَّمَ تِ
رکھا جو شخص کہ بنیاد رکھے عمارت اپنی کی اوپر تقویٰ کے اللہ سے اور رضامندی کے، بہتر ہے یا جو شخص کہ بنیاد
رکھے عمارت اپنی کی اوپر کنارے کھائی کرنے والی کے۔ پس لے کر سے اس کو دوزخ کی آگ میں)
لیکن تقویٰ ہے کیا؟ تقویٰ کا لفظ وقی یا اتقی (باب افتعال) سے مشتق ہے، جس کے معنی ضرر،
فقدان یا خوف وغیرہ سے احتراز اور احتیاط برتنا یا پرہیز گار بننا۔ اپنے آپ کو خطرات سے بچانا۔
آخرت کے عذاب سے بچنا ہیں۔ مشہور صحابی اُبی بن کعبؓ فرماتے ہیں: ”مشتقی انسان اس راہ گیر کی
ماند ہے جو کانٹے دار جھاڑیوں سے اپنا دامن بچا کر چلتا ہے کہ کہیں اس کے کپڑے تار تار نہ
ہو جائیں۔“ ۱۲

متقین کے جامع اعمال سورہ بقرہ میں بتائے گئے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:-
لَئِنِ الْبُرْجَانُ تَوَلَّوْا وَّجْوهَہُمْ قَبْلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبُرْجَانَ
أَمَّنْ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلٰئِکَةِ وَالْکُتُبِ وَالنَّبِیِّیْنَ وَآتٰی الْمَالِ عَلٰی حَبِہٖ
ذَوَالْقُرْبٰی وَالْیَتٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ وَآتَامَ الصَّلٰوةِ
وَآتٰی الزَّکٰوةِ وَالْمَوْتُوْنَ بَعْدَہُمْ اِذَا عَاہَدُوْا وَالصَّابِرِیْنَ فِی الْبَآسِآءِ وَالضَّرِّ
وَحِیْنَ الْبَآسِ اَوْلٰئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَاَوْلٰئِکَ ہُمُ الْمُتَّقُوْنَ۔

نہیں بھلائی یہ کہ تم پھر ومنہ اپنے کو طرف مشرق اور مغرب کے، لیکن بھلائی اس کو ہے، جو
ایمان لایا ساتھ اللہ کے اور دن آخرت کے اور فرشتوں کے اور کتاب کے اور پیغمبروں کے
اور دیا مال اوپر محبت اس کی قرابت والوں کو اور یتیموں کو اور فقیروں کو اور مسافروں کو اور سوال
کرنے والوں کو اور گردن چھڑانے میں اور قائم کیا نماز کو اور دیا زکوٰۃ کو اور پورا کرنے والے عہد

لپنے کے۔ جب عہد کریں اور صبر کرنے والے ہیں۔ فقر میں اور پر بیماری کے اور وقت لڑائی کے۔ یہ لوگ ہیں جنہوں نے سچ بولا۔ اور یہ لوگ وہ ہیں پر ہیز گار۔ ۳

ان آیات میں متقین کی صفات بتائی گئی ہیں یعنی اللہ تعالیٰ اس کے ملائکہ، نبیوں، کتاب اور یوم آخرت پر ایمان کو اولیت دی گئی ہے۔ اس کے بعد نماز، زکوٰۃ، عہد کی پابندی، تمام حالات میں صبر و استقامت کی تلقین کی گئی ہے۔ معاشرے کی طرف سے تمام عائد کردہ فرائض کی ادائیگی کا ذکر ہے۔ ایک دوسری جگہ چند اور اوصاف کا ذکر ملتا ہے۔

من اهل الكتاب اُمة قائمة يتلون آیت الله آناء الليل وهم يسجدون. يومنون بالله واليوم الآخر ویا مرون بالمعروف وينهون عن المنکر ویسارعون فی الخیرات واولئک من الصالحین وما یفعلوا من خیر فلن یكفروه والله علیم بالمتقین.

(صاحب کتاب سے ایک جماعت بے قائم دین پر، پڑھتے ہیں، خدا کی آیتیں اوقات رات میں اور سجدہ کرتے ہیں، ایمان لاتے ہیں ساتھ اللہ کے اور دن آخرت کے، اور حکم کرتے ہیں بھلائی کا اور برائی سے منع کرتے ہیں اور بھلائیوں میں جلدی کرتے ہیں۔ یہ لوگ ہیں صالحین سے اور جو کچھ کریں گے بھلائی سے پس ہرگز نہ کی جاوے گی ناقدری اس کی اور اللہ پر ہیز گاروں کو جاننے والا ہے۔ چنانچہ تقویٰ ہی انسانی سیرت کا صحیح معیار ٹھہرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :-

یا ایہا الناس انما خلقناکم من ذکر وانشأ وجعلناکم شعوباً وقبائل لتعارفوا ان اکر مکم عند الله اتکم۔

(اے لوگو تحقیق ہم نے پیدا کیا ہے تم کو ایک مرد سے اور ایک عورت سے اور کیا ہم نے تم کو کنبے اور قبیلے، تاکہ ایک دوسرے کو پہچانو۔ اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ بزرگ وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پر ہیز گار ہے۔ ہلے

ابن جریر الطبری نے اپنی تفسیر میں لفظ متقین کی تشریح اس طرح کی ہے :-

اولئک الذین اتقوا عقاب الله فجنبوا عصیانه وحذروا وعدة فلم یعدوا حدوداً وخافوا فقاموا بأداء فرائضه۔

(یعنی متقین وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے عتاب سے ڈرتے ہیں اور اس کی نافرمانی سے پرہیز کرتے ہیں اور اس کی تشبیہ کا پاس کرتے ہوئے حدود اللہ کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور اس کی طرف سے عائد شدہ فرائض کو ادا کرتے ہیں۔ ۱۶)

لیکن اس سے بہتر تشریح البیضاوی نے اپنی تفسیر میں کی ہے۔ ان آیاتِ قرآنی پر بحث کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں :

یس علی الذین آمنوا وعملوا الصلحت جناح فیما طعموا اذا ما اتقوا و
آمنوا وعملوا الصلحت ثم اتقوا وأحسنوا والله یحب المحسنین۔

نہیں اوپر ان لوگوں کے کہ ایمان لائے اور کام اچھے کئے گناہ بیچ چیز کے کہ کھلایا انہوں نے جس وقت کہ پرہیز گاری کریں اور ایمان لائیں اور کام کریں اچھے پھر پرہیز گاری کریں اور ایمان لائیں پھر پرہیز گاری کریں اور احسان کریں اور اللہ دوست رکھتا ہے احسان کرنے والوں کو۔ بحالے البیضاوی تقویٰ کی تشریح ایک حدیث شریف کے حوالے کرتے ہیں :

مدرومی انه لما نزل تحريم الخمر قال الصحابة يا رسول الله فكيف يا
خوانث الذین ماتوا وهم لیشربون الخمر ویاكلون المیسرفنزلت :
ویحتمل ان یشربون الخمر ویاكلون المیسرفنزلت :
الثلاث استعمال الانسان التقویٰ والایمان بینہ وبين نفسه وبينه وبين الناس
وبينه وبين الله تعالى۔

رسولِ صلعم سے روایت ہے کہ جب آیۃ تحریم الخمر نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے حضورؐ سے پوچھا۔ ”یا رسول اللہؐ! ہمارے بھائی جو فوت ہو گئے ان کا کیا ہوگا، جو شراب پیتے تھے اور جوئے کی کمائی کھاتے تھے۔“ اس موقع پر مندرجہ بالا آیات نازل ہوئیں۔ اس میں جو (تین بار) تکرار ہے وہ باعتبار اوقات ثلاث یا باعتبار حالات ثلاث ہو سکتی ہے۔ اولاً انسان کے استعمال تقویٰ اور ایمان اس کے اپنے اور اپنے نفس کے درمیان دوم اپنے اور انسانوں کے درمیان اور سوم اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان۔ ۱۷ اس طرح انسان کے فرائض تین طرح کے ہو جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ فرائض۔ اس کے اپنے آپ کی طرف سے عائد کردہ فرائض اور لوگوں کی طرف سے

عائد شدہ فرائض۔ ان سب فرائض کو ہم دونوں سے موسوم کرتے ہیں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ جب تک انسان حقوق العباد یعنی معاشرتی ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے پورا نہیں کرتا صرف حقوق اللہ کی ادائیگی بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں حقوق اللہ اور حقوق العباد میں توازن ناگزیر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی احساس فرض کو اس طرح بیان فرمایا :

”كلكم راعٍ وكلكم مسئول عن رعيته فالامام الذي على الناس هو راع وهو مسئول عن رعيته والرجل راع على اهل بيته وهو مسئول عن رعيته والمرأة راعية على اهل بيت زوجها وولدها وهي مسئولة عنهم وعبد الرجل راع على مال سيده وهو مسئول عنه الا فكلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته“

”تم میں سے ہر ایک چرواہا ہے اور تم سب اپنی رعیت کے لئے ذمہ دار ہو۔ لوگوں کا امام ایک راعی ہے جو اپنی رعیت کا ذمہ دار ہے اور آدمی اپنے اہل بیت کے لئے راعی ہے اور ان کا ذمہ دار ہے اور عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کے بچوں کی راعیہ ہے اور ان سب کی ذمہ دار ہے اور غلام یا خادم اپنے مالک کے مال کا راعی ہے اور اس کا ذمہ دار ہے۔ خبردار! اس طرح تم میں سے ہر ایک چرواہا ہے اور اپنی رعیت کا ذمہ دار ہے“^{۱۹}

یہی احساس فرض صحیح تقویٰ ہے۔ جس طرح چرواہا اپنے ریوڑ کی حفاظت و عافیت کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک متقی انسان اپنی رعیت، اپنے ماتحتوں اور اپنے تمام فرائض و اعمال کے لئے ذمہ دار ہوتا ہے۔ اپنے ہر عمل میں وہ اس طرح فرض شناسی سے کام لیتا ہے کہ اپنے سے بالاتر ایک مفصلہ کا معیار تسلیم کرتا ہے^{۲۰}۔ اور یہ معیار صرف وحی الہی ہو سکتا ہے۔ انسان اپنے عمل کی راستی کا معیار خود نہیں ہو سکتا۔ ”تعاونوا على البر والتقوى“ (مددگاری کرو اور پربھلائی کے اور پرہیزگاری کے۔ اے)۔ کی آیت شریفیہ اس بات کا اعلان کر رہی ہے کہ نظام معیشت و معاشرت کے لئے تقویٰ نہایت ضروری ہے۔ صرف تقویٰ ہی صحیح معنوں میں انسانی سیرت کی تعمیر کر سکتا ہے۔ معاشرے میں توازن عدل اور معاشرتی انصاف اسی وقت قائم ہو سکتے ہیں، جب انسان اپنی تمام ذمہ داریوں کا احساس رکھتے ہوئے مائل بہ عمل ہو۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معاشرتی عدل کی وضاحت کس عمدگی سے فرمائی ہے۔

عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تتحاسدوا ولا
تتاجسوا ولا تتباغضوا ولا تتدابروا ولا يبع بعضكم على بعض - كونوا عباد الله
اخوانا - المسلم اخو المسلم لا يظلمه ولا يخذله ولا يحقره - التقوى ههنا
وليشير الى صدره ثلاث مراداً بحسب امرء من الشران يحقر اخاه المسلم - كل
المسلم على المسلم حرام دمه وماله وعرضه -

”حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک دوسرے
سے حسد نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو بُرا کہو اور نہ ایک دوسرے سے بغض رکھو۔ نہ ہی ایک دوسرے
کی چغلی کھاؤ۔ تم میں سے کوئی دوسروں کے طے شدہ سودے پر سودا نہ کرے اور اے خدا کے
بندو ایک دوسرے کے بھائی بن جاؤ۔ مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ کوئی اس
پر ظلم نہیں کرے گا اور نہ اسے ذلیل کرے گا اور کوئی بھی اس سے نفرت نہیں کرے گا۔ تقویٰ اس
جگہ ہے۔ (اور آپ نے) اپنے سینے کی طرف تین بار اشارہ کیا۔ ایک بُرے آدمی کے لئے کافی ہے کہ
وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ ہر مسلم کا خون مال اور عزت دوسرے مسلم پر حرام ہے۔“ ۲۲

اس حدیث میں مسلمانوں پر زور دیا گیا ہے کہ وہ امن و عافیت کے ساتھ باہم زندگی بسر
کریں۔ ایک دوسرے کے حقوق پامال نہ کریں۔ اس سے یہ مفہوم بھی نکلتا ہے کہ عدل معاشرے
کی بنیاد ہے۔ کسی کو جبری استحصال کا حق نہیں۔ معاشرے کے ہر فرد کو دوسروں کی عزت،
ناموس اور مال کا احترام کرنا ضروری ہے۔ تقویٰ قلب کی اس کیفیت کا نام ہے جو ایک مخصوص ذہنی
رویے کو پیدا کرتی ہے۔ جس کے تحت ہر فرد معاشرے کا ایک ذمہ دار راعی بن جاتا ہے۔

ہر معاشرے میں خواہ وہ اسلامی ہو، اشتراکی ہو یا سرمایہ دارانہ ہو، معاشی عوامل کو بالادستی
حاصل ہوتی ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ معاشی عمل ہی انسانی زندگی کا سب سے بڑا محرک ہے۔
لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا کہ فرد اور معاشرہ دونوں بنیادی طور پر اپنی بقاء کے لئے
مگ و دو کرنے پر مجبور ہیں۔ تحفظ حیات کے بعد ہی وہ تہذیبی اور ثقافتی سرگرمیوں میں حصہ لے
سکتے ہیں اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی صحیح طور پر ادائیگی کر سکتے ہیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ معاشی
دنیا میں انسان کا دولت کو پیدا کرنا اہم اور لازمی فرض ہے۔

معاشیات انسان اور معاشرے کے ان امتحانی اعمال کا مطالعہ ہے جس میں قلیل وسائل کو مختلف النوع اشیاء کے انتاج کے سلسلے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اور بعد ازاں ان اشیاء کو افراد کی ضروریات کے مطابق تقسیم کیا جاتا ہے۔ ۲۳۔ یہ اعمال ایک نظام کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ قرآن مجید بار بار انسان کو حکم دیتا ہے کہ وہ تمام قدرتی وسائل کو استعمال میں لا کر اپنی بنیادی احتیاجات کو پورا کرے۔ چنانچہ انسان کا فرض ہے کہ وہ اپنی ضروریات کے لحاظ سے کھانا کپڑا اور مکان وغیرہ کا اکتساب کرے جو اس کی بقا کے لئے ضروری ہے اور یہ کہ معاشرے کی تمام پیداوار تمام افراد کے تصرف میں ہونی چاہیے۔ اس دولت کا خصوصی استحصال ان لوگوں کو نہیں کرنا چاہیے، جو اتفاقاً بلا واسطہ پیداوار کا باعث ہوئے بلکہ اس پر پورے معاشرے کا حق ہے۔

دولت کی پیداوار اور تقسیم کے طریقے آخر کار پیچیدہ معاشرتی، معاشی و سیاسی تعلقات پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ فساد اسی وقت آزاد ہوتا ہے جب فاقے کی تہدید معاشرے میں موجود نہ ہو۔ ورنہ یہ حالت انسان کو ناگفتہ بہ حالات کے قبول کرنے پر مجبور کر سکتی ہے۔ صحیح آزادی ممکن نہیں جب تک کہ سرمایہ دار ہر عامل پر اپنی مرضی مسلط کرتا رہے گا۔

اسلام کا معاشرتی نظام اس اصول پر قائم ہے کہ معاشرہ ایک رعیت یا ریوڑ ہے جس کا ہر فرد ایک چرواہے کی حیثیت رکھتا ہے۔ کاشت کار، صنعت کار، مزدور، سپاہی اور تاجر ہر ایک اپنے اپنے فرائض کے لئے ذمہ دار ہے اور اپنے کام میں حق المقدور محنت کرتا ہے۔ تاکہ احتیاج سے آزاد رہ کر زندہ رہے۔ افلاس متعدد خرابیوں کی جڑ ہے۔ اس لئے معاشرے کی یہ کوشش ہونی چاہیے کہ حتی الوسع غریب، محتاجوں، یتیموں، بے سہارا عورتوں، بیمار اور اناج افراد کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ آزادانہ طور پر زندگی بسر کریں۔ قرآن جہاں نماز کو فرض قرار دیتا ہے، وہاں زکوٰۃ کی ادائیگی کو بھی لازم ٹھہراتا ہے۔ تاکہ ہر فرد کے لئے ایک حد تک معیار زندگی کی ضمانت مہیا کرنے کی خاطر تمام لوگ ایک خاص رقم ادا کریں۔

اسلامی سیاسی تنظیم کا اساسی اصول بھی تقویٰ ہی ہے۔ ریاست کی حکمرانی عوام کے منتخب نمائندوں کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ کسی کو کسی قسم کی خصوصی مراعات حاصل نہیں ہوتیں۔ سب سے بڑا اعزاز اسی کو ملتا ہے جو سب سے بڑھ کر تقویٰ یا احساس ذمہ داری کا حامل ہوتا ہے۔ اھکرو صکر عند اللہ انکم

کا زیر اصول اسلامی جمہوریت کی روح ہے۔ آج کی دنیا اقتصادی منصوبہ بندی اور سائنس کی دنیا ہے۔ غفلت، تساہل اور ملک کے اصلی مسائل سے تغافل کسی بھی طرح قابل برداشت نہیں ہے۔ ہمارے ملک میں سرمائے کی قلت ایک بڑا مسئلہ ہے۔ قومی آمدنی کا زیادہ تر حصہ اشیائے صرف کی نذر ہو جاتا ہے اور بچت مشکل سے ہوتی ہے۔ ہمارے عوام غریبی کی وجہ سے بمشکل تمام قوت لامیوت حاصل کر پاتے ہیں۔ ہمارا بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ کس طرح ذرائع پیداوار کو سرمایہ کاری کے ذریعے بڑھایا جائے تاکہ اقتصادی ترقی کی شرح میں خاطر خواہ اضافہ ہو تا چلا جائے۔ اس وقت ہم اپنے تیسرے پچھنالہ منصوبے کے دوسرے سال میں داخل ہو رہے ہیں۔ تقویٰ کے صحیح مفہوم کو سمجھتے ہوئے ہم سب پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم ذمہ دارانہ طور پر اپنی انفرادی اور اجتماعی ترقی اور خوش حالی کی خاطر جدوجہد تیز کریں، پیداوار بڑھائیں اور زیادہ سے زیادہ بچت کریں۔ اس وقت ہماری صنعت و زراعت کو جدید آلات و سامان کی اشد ضرورت ہے۔ ہمیں نئی تکنیک اور پیداوار کے جدید طریقے اپنانے کی بھی ضرورت ہے۔ ان کے بغیر اقتصادی ترقی کی رفتار تیز نہیں ہو سکتی۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی ثقافت، اپنے وسائل اور اپنے حالات کے مطابق پیداوار کے جدید طریقوں، سائنس اور ٹیکنالوجی کو اپنائیں۔

ترقی کی راہ بڑی کٹھن ہوتی ہے۔ اس میں کئی ایک مسائل سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ جو قوم ان مسائل کی ماہیت کا شعور رکھتی ہے، وہ مردانہ وار ان کا مقابلہ کرتی ہوئی آخر کار اپنی منزل مقصود تک پہنچ جاتی ہے۔ صنعتی ترقی کے ساتھ ساتھ معاشرتی کشیدگیاں جنم لیتی ہیں اور دن بدن اضطراب گہرا ہوتا چلا جاتا ہے۔ لوگ دولت کمانے کے لئے شہروں کا رخ کرتے ہیں اور اس طرح ان کے تعلقات دیہاتی زندگی سے منقطع ہو جاتے ہیں، لیکن وہ شہروں میں بھی رچ بس نہیں پاتے لہذا غیر محفوظ ہونے کا احساس، جسرم اور نفسیاتی ابتری معاشرے میں اور پھیل گیاں پیدا کرتے ہیں۔ ان مسائل کو حل کرنے کے لئے ایک قومی شعور لازمی ہے۔ ورنہ حقیقی مسائل سے تغافل کا انجام بُرا ہوتا ہے۔ تاہم یہ سب کچھ عبوری ہوتا ہے! ہمیں ادوار سے آج کے زیادہ ترقی یافتہ ملک بھی گزرے ہیں۔ اسلامی تعلیمات ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ ورض اور ذمہ داری کا وہ احساس، جو تقویٰ کا بے مثال تصور ہمیں پیش کرتا ہے، ہمارا امداد و معاون ہو سکتا ہے۔ وقت کا تقاضا ہے کہ

ہم تقویٰ کے جوہر سے آراستہ ہو کر ترقی و خوش حالی کی رفتار کو تیز تر کر دیں اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہم اسلامی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھال لیں، کیونکہ معاشی انقلاب کے لئے سماجی انقلاب نہایت ضروری ہے۔

حوالہ جات

- | | | | |
|--------------------------------------|------------------------|--|---------|
| ۲۱:۲ | ۲- قرآن | ۵:۲ | ۱- قرآن |
| ۱۸۳:۲ | - ۳ | ۱۵:۹۱ | - ۳ |
| ۲۳۷:۲ | - ۴ | ۸:۵ | - ۵ |
| ۴:۹ | - ۸ | ۱۷۹:۲ | - ۷ |
| ۱۵۹:۹ | - ۱۰ | ۴:۹ | - ۹ |
| ۱۲- ابن کثیر: تفسیر: جلد اول صفحہ ۳۵ | | ۱۱- لین: عربک لیسیمکان آرٹیکل تقویٰ | |
| ۱۱۵-۱۱۳-۱۱۲ | ۱۳- قرآن ۳:۱۱۳-۱۱۲-۱۱۵ | ۱۳- قرآن ۲: ۱۷۷ | |
| ۱۶- طبری: تفسیر: جلد سوم صفحہ ۱۷۷ | | ۱۵- قرآن ۳۹: ۱۳ | |
| ۱۸- البیضاوی: صفحہ ۳۵۷ | | ۱۷- قرآن ۵: ۹۳۰ | |
| | | ۱۹- بخاری: کتاب الاحکام- | |
| | | ۲۰- ڈاکٹر فضل الرحمن: فکر و نظر اگست ۱۹۶۵ء ص ۱۳۲ | |
| | | ۲۱- قرآن ۵: ۲ | |
| | | ۲۲- مسلم: الصبح: صفحہ ۳۶ | |
| | | ۲۳- سموئلسن - پال - اے - اٹانکس صفحہ ۷ | |
| | | آیات کا ترجمہ حضرت شاہ رفیع الدین کے ترجمہ قرآن سے ماخوذ ہے۔ | |